International Research Journal of Religious Studies, Vol.:2, Issue: 01,Jan-june 2022 PP: 55-62

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

نوآبادیاتی نظام کے مسلم معاشرے پر اثرات

EFFECTS OF COLONIALISM ON THE MUSLIM SOCIETY

Sadaf Butt
Lecturer, Department of Pakistan Studies, Abbottabad University of Science and Technology, KPK, Pakistan.
Email: *Sadafbutt@aust.edu.pk*
https://orcid.org/0000-0002-2947-9671

Sonam Shahbaz
Lecturer Islamic Studies, Punjab university Lahore.
Email: sk9695995@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-5840-6332

Abstract

The current research work is an attempt to point out the Colonialism and its impacts on Muslim society. Colonialism was such a practice of control in which a country physically gained the control of another country. Imperialism is basically an idea of domination behind the colonial practise. The present research work describes the both terms in the focused context of Muslim society. Qualitative study aims with evaluative and explorative techniques. Both primary and secondary sources have been utilised e. g. reports, books and articles. The study opines the drawbacks of colonialism and considers it a dangerous and fatal for the development of countries. The study also explains the reasons of its strengthening though these concepts decrease the sense of freedom but they kept their claws in the world for a long time. Current research reveals all the aspects in which this world has suffered irreparably under both these theories. The impact of neo-democratic system on the Muslim world/society has also been made a part of this research.

Key Words*: Neo Demography, Colonialism, Imperialism, Muslim Society, Sub-Continent.*

CC BY

موضوع کا تعارف

جب ایک علاقے کے رہائشی افراد دوسری جگہ جا کر اپنی نئی آبادیاں قائم کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہاں اپنا تسلط قائم کرتے ہیں۔ ہر نئی جگہ قائم نوآبادی میں قدیم رہائشیوں پر اپنا سکہ جماتے ہیں اور ساتھ ہی اپنی ثقافت و معاشرت، قوانین اور غرض کہ حکومت بھی مسلط کر دیتی ہیں۔ بنیادی طور پر ان افراد کا گروہ قابض گروہ کہلاتا ہے جو نوآبادی کے اصلی باشندوں کے ساتھ سراسر ظلم ہے اور اس ناانصافی سے ہر لحاظ سے صرف اصلی رہائش پسندوں کا نقصان اور استحصال ہوتا ہے۔[1] سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ یہ جانا جائے کہ سامراجیت کسے کہتے ہیں، جب ایک ملک دوسرے ملک کی سرحدوں کو پار کر کہ وہاں کہ اختیارات پر دخل اندازی کی کوشش کریں تو اس عمل کو سامراجیت کہتے ہیں۔ یہ دخل اندازی مختلف اقسام کی ہو سکتی ہے مثلا جغرافیائی، سیاسی اور اقتصادی۔ کسی بھی ملک کے سیاسی اور مالیاتی پر قابض ہو کر وہاں کے باشندوں سے انکے آئینی حقوق چھین لینا سامراجی نظام کی سب سے بھیانک صورت ہے۔ یہ نظام دراصل نوآبادیات کے تحت اپنے سامراج کو وسعت دیتا ہے۔ پہلے پہل تو یہ نظام مناسب اقتصادی، تہذیبی اور جغرافیائی مسائل میں اضافہ کرتا ہے۔ زمانہ قدیم میں چینی سامراج، سکندر کے یونانی سامراج اور امریکی سامراج کی دنیا میں درجنوں مثالیں قائم ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف ممالک مثلا برطانیہ، فرانس، اٹلی، امریکہ اور جاپان جیسے ممالک نے بین القوامی پیمانے پر نوآبادیات کو وجود میں لایا۔[2]

نوآبادی یا کالونی

نوآبادی دراصل ایسا علاقہ ہوتا ہے جہاں غیر ملکیوں کا بسیرا اور حکومت ہو۔ یہ غیر ملکی افراد اس نوآبادی/کالونی کی دولت اور وسائل مختلف طریقوں سے اپنے ملک منتقل کر دیتے ہیں، نتیجتا نوآبادی/کالونی میں وسائل کی کمی ہونے لگتی ہے اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے، اسکے برعکس نوآبادی پر قبضہ کرنے والا ملک ترقی اور خوشحالی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ایسے قبضہ کرنے والے ممالک کو استعماری ملک کہا جاتا ہے۔[3]

یہ ممالک اپنی اپنی نوآبادیات میں اپنی مرضی کا تعلیمی نظام بھی رائج کرتے ہیں۔ سب سے پہلے نوآبادیات/کالونی میں رائج نظام تعلیم کو تباہ کر کہ وہاں کی تعلیم اور تعلیمی نظام کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ اسکے بعد ایسے ممالک اپنا تعلیمی نظام رائج کرتے ہیں۔ تعلیمی سرگرمیوں سے لے کر تعلیمی اداروں کے سربراہان تک ان کے اپنے بندے ہوتے ہیں یا ایسے ممالک ان لوگوں کو ان اداروں کا کنٹرول تھماتے ہیں جو نوآبادیات کو دل سے تسلیم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عمل میں نوآبادی قوم کے عالم، دانشور اور سیاستدان سب شامل ہوتے ہیں۔[4]

فرانز فین اپنی کتاب افتادگان خاک میں لکھتے ہیں کہ قبضہ کرنے والے ممالک سب سے پہلے نوآبادکار ملک کی تاریخ، آبادی اور ثقافت کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں اسکے بعد وہ اپنی تحقیقی رپورٹ کو بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں اور عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس ملک کے حالات عرصہ دراز سے خراب ہیں اور یہاں ترقی، ثقافت، تعلیم اور علم و ادب نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔[5]

اس کے ساتھ اپنی رپورٹ کی سفارشات میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ صرف نوآبادکار کے پاس مہذب معاشرہ، اچھی ثقافت، علم و ادب اور قابل لوگ ہیں اور اگر نوآبادی کے رہائشیوں کو ترقی کے زینے کو چومنا ہے اور تعلیم یافتہ

کہلاتا ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نوآبادکار کی تہذیب و ثقافت کو سیکھیں یوں یہ تاثر ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا جاتا ہے [6] نوآبادکار اسکے بعد وہاں کے رہائشیوں کے ساتھ جانوروں کی طرح پیش آتے ہیں اور انھیں جاہل، گنوار اور وحشی کہتے ہیں اور یہ بات عام طور پر پھیلائی جاتی ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو نوآبادکار کے استحصال اور طاقت کو قبول کرے اور ان کی ثقافت، علم و ادب اور زبان کو اپنائیں۔ نیز ہر پل یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ان کے بناء ملک نہیں چل سکتا اور ملک کے باسی ان نو آبادکاروں کے محتاج ہیں۔ [7] نوآبادکار ہر وقت یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کے بناء یہ عوام نہیں چل سکتی۔ جاہلیت کے باعث ان کے پاس ایسے بندے نہیں ہیں جو اس ملک کے لئے قابل قدر پالیسیاں بنا سکیں اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں۔ ملک کو اور اسکے باشندوں کو جو کچھ مل رہا ہے وہ ان نوآبادکارون کی بدولت ہے اور اگر یہ نہ ہوتے تو یہ ملک اور اس کے باشندے ہمیشہ جاہل رہتے اور سماج میں ان کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ [8]

نوآبادی یا کالونی، مسلم معاشرے پر اثر :

پندرھویں صدی عیسوی سے اس رجحان کا آغاز ہوا جب دنیا کو دریافت کرنے کا شوق تیزی سے سرائیت کر رہا تھا اور ہر طاقت ور ملک اپنی طاقت کو تقویت بخشنے کے لئے کمزور ملکوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا تاکہ وہاں کے وسائل کو بھرپور طریقے سے لوٹا جا سکے۔ یوں وسائل ہتھیانے کی اس دوڑ میں ان طاقتوں کا ٹکراؤ تضاد بن کر ابھرا (جو کہ یقینی تھا) جو دنیا کی دو عالمی جنگوں کا سبب ٹھہرا اور پھر بعد ازاں یہی تضاد اتنی شدت اختیار کر گیا کہ دوسری عالمی جنگ میں سامراجی طاقتوں کا انہدام ہوا جس کی وجہ سے نوآبادیات کو سامراج کے تسلط سے چھٹکارہ ملا، مگر سامراجی عزائم کو بدلتے وقت نوآبادی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اور ان نوآزاد ریاستوں پر اپنا سامراجی تسلط برقرار رکھنے کیلئے ایک دوسرے طریقہ ہائے واردات کی ضرورت پڑی جو جدید نوآبادیات کہلایا جس میں نوزائیدہ ریاستوں پر جارحیت برقرار رکھنے کیلئے پالیسیاں کنٹرول کی جانے لگیں۔ اس نظام میں معاشی دباؤ اور سیاسی اور ثقافتی بالادستی جیسے ہتھیار کا استعمال کیا گیا۔ یہ دونوں رجحانات الگ الگ ادوار کی پیداوار ضرور ہیں مگر اپنے مقاصد میں کافی مماثلت رکھتے ہیں۔ انسانی تاریخ کا کوئی بھی دور ہو اس کا ارتقاء پوری دنیا میں یکساں نہیں ہوا کہیں اس کی رفتار سست رہی جبکہ کہیں ارتقائی مراحل تیزی سے اختتام پذیر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید نوآبادیاتی دور کے اندر بھی نوآبادیاتی تسلط کی باقیات موجود ہیں، جیسے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے اندر جاگیردارانہ باقیات کی موجودگی ایک مسلم حقیقت ہے۔ یہی وہ عنوان ہے جس کو اس تحریر کے موضوع کے طور پر لیا گیا ہے اور اس موضوع کو کشمیر کے تناظر میں دیکھے جانے کی سعی کی گئی ہے۔ [9]

اگر برعظیم کو برطانوی نوآبادی کے طور پر پرکھا جائے تو ہمیں وہاں پر سامراجی افواج کا پوری طرح عمل دخل نظر آتا ہے مگر سیاسی طور پر یہاں کے عوام کو فرماں بردار رکھنے کیلئے ایک وائسرائے کے ماتحت اپنے مطیع حکمرانوں کو بھی رکھا گیا بعینہٖ جموں کشمیر کے دونوں اطراف ایسی ہی صورتحال ہے جہاں غاصب قوتوں نے اپنی جارحیت سے فوجیں بیٹھا رکھی ہیں اور پھر اپنے فرمان بردار حکمرانوں کا انتخاب کیا ہے۔ [10] اگر اس موضوع کو اختصار میں پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر تک محدود کیا جائے تو یہاں پر ایک چیف سیکرٹری کے ماتحت ایک حکومت قائم کی گئی ہے جس میں چیف سیکرٹری کا کردار وہی ہے جو متحدہ ہندوستان میں برطانوی سامراج کے وائسرائے کا تھا۔ چونکہ یہ حکومت ایک کٹھ پتلی دلال حکومت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس لئے یہ اپنے آقا کی اطاعت، فرماں برداری، تابعداری یا خوشنودی میں ہر حد تک جا سکتی ہے یہاں تک کہ ریاستی باشندگان کا قتل بھی، جس کی مثال

حال ہی میں نعیم بٹ کا قتل ہے۔[11]

نوآبادیات کا مقصد حقیقتاً وسائل یعنی خام مال کی لوٹ مار ہے جیسے برطانوی سامراج کا ایشیائی اور افریقی کالونیوں کے وسائل کا استحصال ہے۔[12] کشمیر کو بھی دونوں اطراف سامراج کی کالونی کے طور پر رکھے جانے کی وجہ یہاں کے وسائل یعنی پانی ،جنگلات اور معدنیات کی لوٹ مار ہے۔ میرے خیال سے اس لوٹ مار کی مثالیں دینے کی ضرورت نہیں البتہ اشارتاً اگر بجلی ہی کی پیداوار کو لے لیا جائے تو اس وقت بجلی کی پیداوار پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں ضرورت سے ساڑھے تین گنا زیادہ ہے، باوجود اس کے وہاں کے لوگوں کو بجلی کی باقاعدہ فراہمی میسر نہیں جبکہ اس صدی کے دوسرے عشرے کے اختتام پر یہی پیداوار چھ سے ساڑھے چھ گنا تک بڑھ جائے گی۔[13]

کشمیر کا مسئلہ دراصل اِن گماشتہ سامراجی ملکوں کیلئے حصہ کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔ یہ ایسی بندر بانٹ ہے جس میں ایک فریق جب حصہ زیادہ طلب کرتا ہے تو دوسرا بیزار ہوتا ہے اور ردِ عمل کے طور پر توپوں کا رخ نہتے کشمیریوں کی طرف کیا جاتا ہے جس کی مثال آئے روز دو طرفہ فوجوں کی گولہ باری ہے اور یوں عالمی سامراجی منصف کو منصفانہ تقسیم کی ثالثی کیلئے متوجہ کیا جاتا یہ وہ سچ ہے جس کو دونوں ملکوں کی عوام سے دور رکھا گیا ہے[14] بلکہ ستم تو یہ ہے کہ خود کشمیری عوام کی ایک اکثریت افراتفری اور الجھن کی کیفیت میں ہے کیونکہ ان کے شعور کا نصاب یہی سامراجی طاقتیں مرتب کرتی ہیں یہی وہ ہتھیار تھا جس کا استعمال نائجیریا کے اندر برطانوی استعمار نے کیا اس لیے اس حقیقت کو سمجھے بغیر دونوں اطراف کے کشمیریوں کی ہر جدوجہد بے سود ہوگی۔ درست سمت کا ادراک اور معروضی جدوجہد ہی حقیقی آزادی کی ضمانت ہوسکتی ہے بصورت دیگر ہر جدوجہد کسی ایک یا دوسرے قابض ملک کے بیانیے کو تقویت دے گی۔[15]

اس وقت بلوچستان میں نظام تعلیم سے لے کر ہر سسٹم تک یہی نظام ہے یعنی نوآبادکار اور نوآبادی والا اور خاص طور پر اس نظام میں شامل سیاسی پارٹیاں، طلبا تنظیمیں، سیاسی افراد سب شامل ہیں۔ آئی ٹی سے لے کر انجینئرنگ اور بلوچستان یونیورسٹی کا یہی حال ہے تمام مکتبہ فقر کے لوگ بالکل خاموش ہیں۔ صرف ہم ہے نۓ آبادکار کے نظام کے سینے سے لگا رکھا ہے اور حد تو یہ ہے کہ ہم آج تک اس نظام کو قبول کر کہ تیسرے درجے کے شہری بنے ہوئے ہیں اور اکثریت میں ہو کر بھی ہم دن بدن اقلیت میں بدلتے جارہے ہیں۔[16]

نوآبادیات اور جدید نوآبادیات دو مختلف ادوار کے رجحانات ہیں نوآبادیاتی نظام ایک ایسی حکمت عملی ہے جس کے ذریعہ ایک ریاست کسی دوسری ریاست یا ریاستوں کو مقبوضہ بنا کر وہاں کے کلی سیاسی اختیارات کے حصول کو ممکن بناتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ وسائل پر دسترس حاصل کی جاسکے بلکہ استحصال کیا جاسکے۔

لفظ نوآبادتی کی اصطلاح دنیا میں سب سے پہلے کب استعمال ہوئی اسکے بارے میں کوئی حتمی رائے یا مستند دلیل دیکھنے کو نہیں ملی لیکن اکثریت کی رائے ہے کہ اسکی ابتداء مصریوں، یونانیوں اور افریقیوں کے دلیس سے ہوئی۔ دنیا میں ایک ایسا وقت بھی تھا جب یہاں روسی، عثمانی اور آسٹریائی تین بڑی نوآبادیاتی قوتیں موجود تھیں اسکے بعد برطانیہ، فرانس، اٹلی اور ڈچ نوآبادیاتی قوتیں دنیا میں ابھرئیں۔[17]

یہ نظام اس لئے شروع ہوا جب طاقتور افراد کے پاس معاشی وسائل ختم ہوگئے تو انھوں نے رہی سہی طاقت کے بل

بوتے پر کمزوروں کو فتح کرنا شروع کیا اور انکی دولت اور وسائل پر قبضہ کر لیا۔ اور ان سے جبری محنت و مشقت بھی کروائی اور یوں استعمار کی اصطلاح نے جنم لیا۔ جسکے معنی کسی علاقے میں انسانوں کے درمیان غیر مساوی تعلقات کے ہیں جسے بعد میں ایڈورڈ سعید نے واضح الفاظ میں پیش کیا ان کے مطابق یہ بالادست اور زیردست کی تقسیم اور امتیاز ہے۔[18]

نوآبادیات اور استعماریت ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ کیوں کہ استعماریات کے ذریعے نوآبادیاتی نظام کو وجود میں لایا جاتا ہے۔ نوآبادیاتی نے درجہ بہ درجہ مختلف اشکال اختیار کی ہیں جن میں اب داخلی نوآبادیاتی نظام سرفہرست ہے۔ اس طرح استعماریات کو بھی اب مختلف شکلوں اور معنوں میں دیکھا اور پرکھا جا رہا ہے۔ سرکش قسم کی ریاستوں میں اسے استعمال میں لانے کے لئے دفاع کو مضبوط کیا جاتا ہے اور اسکے لئے اسلحہ اور افواج کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی ماڈل داخلی سطحوں پر بھی استعمال کیے جاتے ہیں، مختلف قومیتوں اور مختلف ممالک کہ درمیان یہ کھلم کھلا عدم مساوات ہے اور وہاں استعماریات اوور نوآبادیاتی نظام کر فرما ہے جسے کسی زمانے میں جنوبی افریقہ میں تھا اور یہی مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے اور آج کے موجودہ پاکستان میں مختلف قوموں کے مابین خدشات اور تعلقات پر بھی اثرانداز ہو رہا ہے۔ ایسی کئی مثالیں موجودہ بھارت میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔[19]

مابعد نوآبادیات دراصل تنقید کا وہ رخ ہے جو استعمار زدہ اور استعمار کار کے درمیان ثقافتی رشتوں کا مطالعہ کرتا ہے کیوں کہ ان دونوں کے رشتے ان دو نظام کے تحت قائم ہوتے ہیں جنہیں نوآبادیات اور استعماریات کہتے ہیں۔ اس نظام میں استعمال کار کو ہر طرح کی اجارہ داری ہوتی ہے، اسلئے اس کے ثقافتی رشتے اس معاملے میں خاصے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ استعمار کار طاقت کی مختلف صورتوں مثلاً سیاسی، علمی، تعلیمی، فنی اور معاشی کو اپنے طور پر سیاسی، آئینی اور تعلیمی اصلاحات کے ذریعے نافذ کرتے ہیں اور یوں نئی آبادیات میں نئی علمی، فکری اور ادبی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور انہی تحریکوں سے استعمار کار کو معاشرے میں بالادستی حاصل ہوتی ہے۔[20]

برصغیر میں یہی طریقہ کار انگریز سامراج نے بھی اپنائے۔ اپنی نوآبادیات میں انھوں نے متعدد کلامیے اور بیانات وضع کیے۔ اپنا تعلیمی اور سیاسی نظام رائج کیا۔ اردو ادب میں قومیت پرستی، مفاہمت، مزاحمت اور دوہری شخصیت دراصل انھی کلامیے اور بیانات کا نتیجہ تھا۔ مابعد نوآبادیات کے بعد کا دور ہا زمانہ کہلائے گا۔ یعنی نوآبادیاتی نظام/استعماریت سے چھٹکارے کے بعد کا دور۔[21]

نوآبادیاتی درجہ بندی اور ان کے اثرات

ان سے مراد دراصل وہ گروہ ہیں جو مختلف حصوں میں بٹ کر مختلف سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ پہلا گروہ ملک میں آبادکار افراد کی زبان۔ علوم اور ثقافت سیکھنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اپنی زبان اور ثقافت کے پھیلاؤ کے لئے بہترین نمائندوں کا سہارا لیتے ہیں۔ یوں یہ پہلا گروہ آبادکار کی ثقافت علم اور زبان کا بردار بن جاتا ہے۔ اور اپنی کالونی میں اپنی زبان ثقافت کو ترقی یافتہ جبکہ محکموں کی زبان ثقافت کو ناکامی کا غیر ترقی یافتہ قرار دیتا ہے۔ دوسرا گروہ دراصل ان لوگوں کا گروہ ہے جو بذات خود آبادکار کے ممالک میں جا کر ان کے علوم اور زبان سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں وہ آبادکار کی عالمی استعداد کو جان جاتے ہیں ۔ اس گروہ کے افراد آنکھوں غلام من کی امتیازات کو پرکھ کر انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[22]

تیسرا گروہ دراصل ان افراد کا مجموعہ ہوتا ہے جو آبادکار کی زبان سیکھ کر ان کے علوم اور ثقافت کے کٹر حمایتی بن

جاتے ہیں۔ یہ گروپ آباد کار شخصیت اور اس کے اقتدار سے مرغوب اور متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تینوں گرو دراصل آباد کار کے ترجمان اور معاون ہوتے ہیں ان میں سے کچھ کو بضرورت بنایا جاتا ہے تاکہ نوآبادیت اور استعماریت کو مزید مضبوط کیا جاسکے اور ملک میں اس کی جڑوں کو گہرا کر کے اسے اور بھی تقویت دی جائے۔23 اگر مابعد نوآبادیت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے مختلف حصوں میں جنم لینے والی نوآبادیت کشمکش کو دراصل سماجی اور ثقافتی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جو استعمال کا استعمار زدہ کے درمیان نہ صرف تشکیل پائی جاتی ہیں بلکہ دونوں کے درمیان فرق بھی واضح کرتے ہیں۔اس ضمن میں فرانز فینن کا شمار مابعد نو آبادیت کے بانیوں میں ہوتا ہے۔[24]

فینن نے اس ساری صورتحال کے پیچھے اقتصادی حقیقت اور پسماندگی پر توجہ دی ہے اور آج بھی چھوٹے ممالک سماجی قوموں کے جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں۔25 پہلے کب کی مثال بھی جائے تو نظر پاکستان اور بھارت جیسے ملک پر پڑتی ہے جو آزادی حاصل کرنے کے بعد تقریباً 75برس آزادی کے گزرنے کے بعد بی استعماریت کے بوجھ تلے جی رہے ہیں۔آج بھی نوآباد کار انگریز کی زبان لباس ثقافت کی چھاپ پاکستانی جب ہر چیز کافی پر پڑی ہوئی دکھای دیتی ہے۔فینن تمام گروہ کی وجہ بندیوں کی بارے میں کچھ یوں اظہار خیال کرتا ہے ایک ایسی دنیا جو دراصل مختلف درجات میں منقسم ھے ایک مجسموں کی دنیا اس جنرل کا مجسمہ جس نے پل بنائے اور ایک ایسی دنیا جسے خود پر بہت اعتماد ہے۔

نوآبادیاتی نظام کے سماجی اثرات

نوآبادیاتی نظام کا سوسائٹی کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے نہ صرف ہماری سیاست علم تعلیمی نظام فنون لطیفہ اور ادب پر اس نظام کے گہرے اثرات ہیں۔ رجب علی سے دور میں اس نظام کے برصغیر کی سیاست پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں صاف عیاں ہوتا ہے کہ تاریخ انسانی ظلم و ستم خوشحالی اور بدحالی ہر قسم کے واقعات سے بھرپور ہے اس نظام کے خلاف بہت سی احتجاجی تحریکوں نے بھی جنم لیا بلکہ ایسی تحریک برصغیر پاک و ہند میں بھی دیکھنے کو ملی جن کی بدولت آزادی کی تحریک نے جنم لیا نوآبادیاتی اور استعماریت جیسے نظاموں کے خلاف ابھرنے والی تحریکوں کا انجام آزادی اور انقلاب ہوتا ہے۔[26]

مگر اس کے بدلے میں انگریزوں نے برصغیر کے وسائل کو قابو میں کر لیا اور جاتے جاتے اپنی زبان اور ثقافت جہاں چھوڑ گئے۔ اس کے بعد مابعد نوآبادیات کا نظام سامنے آیا پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد برصغیر میں مختلف معاشرتی معاشی اور سماجی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں. جس کے نتیجے میں سامراجی قوتیں یہ سوچنے پر مجبور ہوئی کہ آیا کس طرح ان نوآزاد ممالک کو کنڑول میں کیا جائے۔ دوسری جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہیں،اتحادی طاقتوں نے امریکا کی سربراہی میں بین الاقوامی معاشی نظام کو تسلیم کیا اس کے نتیجے میں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف میں جیسے ادارے قائم ہوئے ان چند سالوں کے اندر اندر معیشت کے گرد سیاسی و فوجی حصار بنایا گیا۔یوں دنیا بھر میں کیمونزم کے خلاف سرد جنگ ہوئی، صدر جنگ کے خاتمے کے بعد امریکا کتبی طاقت بن کر سامنے آیا، جس کا اتحادی یورپ تھا۔27 اس طرح یہ دنیا امپر بلزم یا نیا نوآبادیاتی نظام وجود میں آیا۔ نوآبادیاتی نظام کے اثرات ختم کرنے کے لئے تعلیم کے شعبے کو ہستان ترقی دینی ہوگی معیشت کے مضبوطی کیلئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاری کو بھی بڑھانا ہوگا یوں ہم نوآبادیاتی اور استعماری تسلط کے اثرات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام

استعماریت اور نو آبادیت اس دنیا کے لئے بالکل بھی نئے تجربات نہیں ہیں، ان تجربات نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان نظریات نے دنیا کے ایک اہم خطے پر حکومت کی۔ دنیا ایسی بے پناہ مثالوں سے بھری پڑی ہے جس میں حاکم نے مظلوم پر برسوں حکومت کی اور ان دونوں نظریات کی مدد سے اپنی سلطنت میں بھی اضافہ کیا۔ یہ دونوں نظریات کمزور ممالک کے لئے وبال جان ہیں۔ نو آبادی اور کالونی دراصل محکوم کو مزید پستی میں ڈال دیتی ہیں اور یہ بات بھی نہایت افسوس ناک ہے کہ مسلم ممالک بھی اس کے عتاب سے بچ نہ سکے اور عرصہ دراز سے آج بھی کچھ مسلم ممالک اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فلسطین، چیچنیا، بوسنیا، کشمیر آج بھی اپنی ہی علاقے میں اجنبی ہیں، آزادی کی بے پناہ تحریکیوں کے باوجود یہ ممالک اپنے ہی ملک میں رہتے ہوئے بھی آزادی مانگ رہے ہیں اور یہ ممالک نو آبادیات اور استعماریات کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند بھی بیسویں صدی میں انہی دو نظریات کا شکار تھا مگر منظّم طور پر ابھرنے والے علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی تحریکوں نے آزادی کی شمع روشن رکھی اور برصغیر کے عوام اپنا وطن حاصل کرنے میں کامیاب رہے، اور اب بہت سے اسلامی ممالک میں استعماریت سے چھٹکارے کے بعد کا دور چل رہا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] -ur.m.wikipedia.org, On the Syria Occupation and the New Face of Imperialism,Jan,2001

[2]-The Future of third world, Hongkong,1997.

[3]۔ کرسٹل، ڈیوڈ انگریزی بطور عالمی زبان، دوسرا ایڈیشن، کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳

[4] Jaffar, Saad. "Da'wah in the early era of Islam: A review of the Prophet's Da'wah Strategies." *IHYA-UL-ULUM* 21, no. 2 (2021).

[5] *Muhammad, Sardar, Saad Jaffar, Noor Fatima, Syed Ghazanfar Ahmed, and Asia Mukhtar. "The Story of Sulaiman (Solomon) and Bilquis (Sheba): Affinities in Quranic and biblical versions." J. Legal Ethical & Regul. Isses 25 (2022): 1.*

[6] Ania, Loomba, *Colonialism/Post Colonialism* London: Rutledge Publishers, 2016.

[7]۔ فرانز فینن، وفتادگان خاک، مترجم: محمد پرویز، سجاد باقر رضوی، 1996ء

[8]Loomba, *Colonialism*, pp. 37-40.

[9] Edwards Saeed, Orientalism, p. 45.
[10] Ibid.
[11] BBC Report, January, 2000.
[12] Ibid.

[13]۔ مرزا، اشفاق سلیم، فلسفہ تاریخ نو آبادیات اور جمہوریت، سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص:۳۵

[14] John Perkins, *The New Confessions* London: Rutledge Publishers, 2001.
[15] Ibid.
[16]Ibid.
[17] D. K. Fieldhouse, *Colonialism 1870-1945*, London: Oxford Press.

[18]۔۔ ایڈورڈ سعید، اور نٹیل ازم، ۲۰۰۸ء،

[19] Ibid.

[20]۔ ناصر عباس نیّر، مابعدِ نو آبادیات اردو کے تناظر میں، او کسفورڈ یونیورسٹی پریس پاکستان۔ پی او بکس 8214، کراچی۔ م 2011

[21]۔ بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی، 22 جولائی 2013

[22] Edwards Saeed, *Culture & Imprealism*, London: Ventax Publisher, 1994, pp. 60-65.
[23] Ibid.
[24] Fenan Franz, *Uftagahan Khak*, p. 6.
25 Muhammad, Sardar, Rabiah Rustam, Saad Jaffar, and Sadia Irshad. "The Concept of Mystical Union: Juxtaposing Islamic And Christian Versions." *Webology* 18, no. 4 (2021): 854-864.

[26]Francis Maspero, *Towards the African Revolution*, New York: Groove Press, 1994, p. 23.
[27]Ibid.